ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے تعلیمی افکار کی عصرِ حاضر میں افادیت

عظیم اللہ جندران

Azeemullah Jindran

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

منزہ منور سلہری

Munazza Munawar Sulehri

Ph.D Scholar/Senior Lecturer, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

وسیمہ فردوس

Waseema Firdous

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Dr. Allama Muhammad Iqbal was a well known poet, writer prose, translator and intellectual. Basically Iqbal was a man of education Scholar. Iqbal's speeches, essays and debates depicts on the different portion of education. The educational philosophy of Iqbal represents the material and spiritual needs. The educational idealogy of Iqbal gives us lesson that we should establish relation with Quran. According to Iqbal, education is an accurate medicine for the Muslims. We can get our lost status and respect after acting upon the Iqbal's educational deliberations and thoughts.

اقبال بطور مفکرِ تعلیم

تعلیم ایک معاشرتی عمل ہے تعلیم کا عمل اسی دن سے شروع ہو گیا تھا۔ جب انسان نے اپنے بارے میں اپنی خوراک اور رہائش کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ رضوی (۱۹۸۸ئ) اقبال کے نظریہ تعلیم کے عنوان کے تحت روز نامہ جنگ کے اداریہ میں لکھتے ہیں:

''اقبال نہ صرف فلسفی تھے بلکہ بطور پیشہ کچھ عرصہ تک درس و تدریس کا کام کیا بعد میں اگر چہ کلاس روم کی معلمی کو خیر باد کہہ دیا۔ لیکن زندگی بھر انداز معلمانہ رہا۔ اور کافی عرصہ تک یونیورسٹی کے امتحانات کے ممتحن بھی رہے۔ علامہ نے جب سرکاری ملازمت کو ترک کیا اور عالم اسلام کی تعلیم و تربیت پر کمر بستہ ہوئے تو ان کا تعلیمیانہ انداز بدستور قائم رہا۔ اقبال نے اگر چہ براہ راست تعلیم کے فلسفے، نصاب اور طریقہ تعلیم کے بارے میں کم لکھا ہے۔ لیکن جب ہم ان کی نظم ونثر کا مطالعہ ان کا تعلیمی نظریہ معلوم کرنے کے لئے کرتے ہیں تو ہمیں بہت کچھ مواد مل جاتا ہے۔''(۱)

اس ضمن میں گوراہا (۱۹۸۹ئ) بیان کرتے ہیں:

''تعلیم پر براہ راست نثر میں علامہ نے بہت کم لکھا ہے ہاں نظم میں ان کے تعلیمی افکار کا وافر ذخیرہ موجود ہے خاص طور پر ''ضربِ کلیم'' جس کا مکمل ایک باب تعلیم کے لئے وقف ہے۔ بہت دلچسپ ہے اور فکر انگیز بھی۔''(۲)

شاکر (۱۹۸۹ئ) اقبال کی تعلیمی خدمات کو ''ماہ و سال'' کے آئینے میں کچھ اسطرح پیش کرتے ہیں۔

۱۹۰۱ء میں اقبال اسلامیہ کالج میں چھ ماہ کے لئے انگلش کے پروفیسر مقرر ہوئے ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو گورنمنٹ کالج میں بطور انگریزی پروفیسر کام کیا۔ 16 اکتوبر کو فلسفہ کے اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے انہوں نے چارج سنبھالا اور 31 مارچ تک کام کیا۔

۱۹۰۵ء میں انجمن حمایت اسلام کے رکن بنے۔

۱۹۰۸ء میں کچھ مدت کے لئے لندن یونیورسٹی میں عربی کے معلم کی حیثیت سے کام کیا۔

۱۹۱۱ء میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ دہلی میں ''ترجمانِ حقیقت'' کا خطاب پایا۔

۱۹۱۲ء میں انجمن حمایت اسلام کی سفارش پر بچوں اور بچیوں کی تعلیم کے لئے چلائی گئی تحریک میں سرگرم رہے۔

۱۹۱۴ء میں انجمن حمایت اسلام نے علامہ کو کالج کمیٹی، اشاعت اسلام کمیٹی اور پنجاب

ایجوکیشنل کانفرنس کا رکن منتخب کیا۔

۱۹۲۴ء میں ایک اہم اجلاس کے دوران علامہ نے انجمن حمایت اسلام کا صدر منتخب ہونے پر شکریہ ادا کیا۔

۱۹۲۸ء میں انجمن کے تحت ہونے والے اجلاس میں علامہ نے ''فلسفہ اسلام'' کے موضوع پر لیکچر دیا۔

۱۹۲۹ء میں ''قرآن کا مطالعہ'' کے عنوان کے تحت پیش کیا جانے والا خطبہ آپ کا مثالی خطبہ ثابت ہوا۔

۱۹۳۳ء کو سرراس مسعود کے نام ایک مکتوب لکھا کہ میں اپنی کتاب Introductionto study of Quran کے نام سے لکھنا چاہتا ہوں

جولائی ۱۹۳۶ء کو اقبال کا اردو مجموعہ ''ضرب کلیم'' لاہور سے شائع ہوا:

> ''ان نکات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تعلیمی میدان میں کتنا اہم مقام اور کتنی گہری نظر رکھتے تھے۔''(۳)

مہر (۱۹۹۴ئ) اقبال کے تعلیمی تصورات کا تجزیہ کرتے ہوئے رائے دیتی ہے:

> ''اقبال نے باضابطہ کوئی فلسفہ تعلیم پیش نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کے تعلیم سے متعلق تصورات سے ایک باضابطہ فلسفہ تعلیم کی تدوین کی جاسکتی ہے۔ اقبال نے جو تعلیمی تصورات پیش کئے ہیں ان کی بنیاد انہوں نے قرآن وسنت کو بنایا ہے۔ اس لئے بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اقبال کے فلسفہ تعلیم کے وہی خد وخال ہو سکتے ہیں جو اسلامی فلسفہ تعلیم کے ہیں۔''(۴)

ایک مقام پر محسن (۱۹۹۸ئ) اقبال کے تعلیمی گوشوں پر ایک نئے زاویہ نظر سے روشنی ڈالتے ہیں:

> ''علامہ اقبال نے اپنی حیاتِ جاوداں کے کم وبیش ۳۵ سال براہ راست شعبہ تعلیم وتدریس میں گزارے۔ تقریباً ۱۹ سال طالب علم رہے اور ۶ سال بطور استاد پیشہ علمی سے وابستہ رہے۔ لیکن بایں ہمہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اقبال نے دوسرے مفکرین کی طرح فن تعلیم وتدریس پر کوئی کتاب لکھی اور نہ ہی مخصوص طریقے سے مستعمل، مربوط اور منظم فلسفہ تعلیم پیش کیا۔ البتہ آپ کی تقاریر، خطبات، مضامین اردو فارسی کلام میں تعلیم کے مختلف گوشوں پر پہلے سے ایک نئے زاویہ نظر سے روشنی ڈالتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔''(۵)

اقبال بطور مفکر تعلیم نگیں (۲۰۰۲ئ) کا تبصرہ مبنی برحقیقت ہے لکھتی ہے:

''اقبال بنیادی طور پر مفکر تعلیم تھے بحیثیت مفکر تعلیم انہوں نے کافی سوچ بچار کی اور اس کے عملی مظاہرے کا بھی انہیں کافی موقع ملا۔ تعلیمی حوالے سے ان کی گرانقدر خدمات کو صرف خیالی باتیں سمجھ کر رد نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے خیالات افکار ایک شاعر کی ذہنی بلندی یا فلسفی کے تصورات کا نتیجہ نہیں بلکہ اس میں ایک بہترین مسلم کے عملی مشاہدات کا عکس بھی نمایاں ہے۔'' (۶)

پس یہی وجہ ہے کہ اقبال تعلیم کے حوالے سے کچھ بھی کہنے میں حق بجانب نظر آتے ہیں۔ اقبال تعلیم برائے زندگی کے قائل تھے۔ صدیقی (۲، ۳) میں لکھتے ہیں:

''اقبال تعلیم برائے زندگی کے قائل تھے۔ وہ زندگی جس میں مقصدیت ہو۔ اور جہد مسلسل کا درس ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ عصرِ حاضر کی جدید تعلیمی تقلید کے بعد جدید معاشرے کی تعمیرِ نو کی بنیاد اخلاقی قدروں اور اسلام کے روحانی اصولوں پر استوار کرنا چاہتے تھے۔'' (۷)

مندرجہ بالا مصنفین، محققین کی آرا کے مجموعی مشاہدے کے بعد صورت حال واضح ہوتی ہے کہ:

☆ اقبال کی نظم ونثر، خطبات، مقالات میں تعلیمی حوالے سے بہت مواد موجود ہے جس سے اقبال کے فلسفہ تعلیم کو ترتیب دیا جا سکتا ہے۔

☆ اقبال نے اپنی حیاتِ جاوداں کے کم وبیش ۲۵ سال براہِ راست شعبہ تعلیم وتدریس میں گزارے۔ انیس سال طالب علم رہے اور چھ سال بطور استاد پیشہ معلمی سے وابستہ رہے۔

☆ اقبال علم برائے زندگی کے قائل ہیں۔

تعلیمی افکار اقبال کی افادیت

اب تک بہت سے نظریات اور فلسفے پیش کئے گئے ہیں اقبال نے ان تمام نظریہ ہائے تعلیم کے ساتھ مغربی افکار ونظریات، سیاسی نظام اور تہذیب وتمدن کا جائزہ لیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے یہ سب نظریات اور افکار غیر موزوں ہیں اس ضمن میں۔ اکبر (نومبر ۲۰۰۲ئ) یوں رطب السان ہوئے ہیں

''اس صدی میں اقبال پہلے مسلم مفکر ہیں جنہوں نے عصر حاضر کے اسلامی ممالک کے مکاتب کی تعلیم وتربیت کے کھوکھلے پن کا مشاہدہ کر کے بڑی جرات سے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔'' (۸)

عقیدہ توحید تعلیم کا بنیادی نظریہ ہے فکر اقبال کی روشنی میں اس ضمن میں معیاری (۱۹۸۶ئ) کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

''ملت اسلامیہ ایک جسم کی مانند ہے اور جسم کے اندر روح کلمہ لاالہ الااللہ سے ہے اور ہماری زندگی کے ساز کے پوروں کو بدلنے والی قوت بھی لا الہ الا اللہ ہے۔''(۹)

درج بالا پیرا گراف میں اقبال نے مسلمانوں کی فکری اصلاح کی ہے یہ سچ ہے کہ ایک مسلمان جب عقیدہ توحید پر سختی سے قائم ہو جاتا ہے تو اسے کسی کا ڈر نہیں رہتا توحید اقبال کا پسندیدہ موضوع تھا۔ اب ضرورت ہے فکرِ اقبال کو اپنانے کی اگر آج بھی ہم اس عقیدے پر کاربند ہو جائیں تو اسلامی معاشرے کو بڑی قوت اور فعالیت میسر آسکتی ہے۔

کلام اقبال کی خوبی یہ ہے کہ جہاں وہ حالات کی سنگینی کا تجزیہ کرتے ہیں وہاں یاس وقنوطیت کا شکار ہوئے بغیر امید افزا لہجے میں روشن مستقبل کے لئے لائحہ عمل بھی مرتب کرتے ہیں۔ آپ نے نوجوانوں کے لئے چند اہم نکات کی نشاندہی کی ہے اس ضمن میں صدیقی (۱۹۹۸ئ) نے اقبال کے الفاظ نقل کئے ہیں:

صد کتاب آموزی از اہل ہنر
خوشتر آں درسے کہ گیری از نظر

کم خورو کم خواب و کم گفتار باش
گرد خود گردندہ چوں پاکار باش

شرح:

''اے نوجوانو! تو نے علما اور حکما سے تو بہت سی کتابیں پڑھی ہیں مگر وہ درس جو زبان کی بجائے نظر سے دیا جاتا ہے اس درس کتابی سے بدرجہا افضل ہے کم کھاؤ کم سوؤ اور کم باتیں کرو ہر وقت اپنی خودی کے استحکام میں کوشاں رہو یعنی اپنی خودی کی حفاظت کرو۔''(۱۰)

نتیجہ اخذ ہوا کہ سارا تعلیمی نظام معلم کے گرد گھومتا ہے۔ اگر آج طالب علم اقبال کے تعلیمی افکار پر عمل کرے تو یقیناً وہ سنہری کامیابیوں سے ہمکنار ہوسکتا ہے۔ اکبر (نومبر ۲۰۰۲ئ) فرماتے ہیں:

''علامہ اقبال کا فلسفہ تعلیم انسان کی روحانی اور مادی ضروریات کا علمبردار ہے اس نظامِ تعلیم میں فرد کی سیرت وکردار اور تسخیرِ کائنات کی صلاحیتوں کو نشونما دے کر عملی زندگی کے تقاضوں کو پورا کرنا شامل ہے یہ نظام اللہ تعالی، کائنات اور انسان کو علیحدہ علیحدہ خانوں میں تقسیم نہیں کرتا۔ بلکہ یہ سب ایک ہی نظام کی

حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اس کے درمیاں ایک مضبوط رشتہ خالق اور مخلوق کا قائم ہے۔" (۱۱)

ان سطور کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اقبال کا نظریہ تعلیم مسلمانوں کی علمی، فکری، معاشرتی اور سیاسی ضرورت کا آئینہ دار ہے جس سے معاشرے کے لئے مفید شہری اور ایک صالح اسلامی معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مفکر اقبال کو رہنا اصول بنایا جائے اور مسلم امہ میں اتحاد پیدا کیا جائے۔ تاکہ دورِ جدید کے مسائل پر قابو پایا جاسکے۔ بقول احمد (دسمبر ۲۰۰۳):

"عصرِ حاضر میں مسلم قوم کے زوال کی سب سے بڑی وجہ فہم دین کا فقدان ہے مسلمانوں نے قرآن کے ساتھ تعلق صرف ادب کی حد تک قائم کیا ہے جبکہ قرآن ایک ضابطہ حیات ہے اس سے منہ موڑ لینا تاریک بختی کی علامت ہے۔" (۱۲)

اقبال کا نظریہ تعلیم ہمیں درس دیتا ہے کہ قرآن پاک سے تعلق جوڑا جائے ملاحظہ فرمایئے اس سلسلے میں علی (اپریل ۲۰۰۳) کی رپورٹ:

"اقبال نے قرآن میں غوطہ زن ہو کے علم و حکمت کے بیش بہا موتی حاصل کئے علامہ اقبال قرآن پاک کو قرآنی حکم کے مطابق جب پڑھتے تو ایک ایک لفظ پر غور فرماتے اور آیاتِ قرانی سے متاثر ہو کر رو پڑتے۔" (۱۳)

اقبال کے تعلیمی تصورات پر عمل پیرا ہو کر آج بھی مسلمان قوم اپنی کھوئی ہوئی عظمت بحال کر سکتی ہے اس بابت صابر (۲۰۰۴) یوں گویا ہوئے:

"علامہ اقبال نے مثالی معلم قوم کی طرح اپنی قوم کی ذہنی، جذباتی، فکری اور اجتماعی ضرورتوں کو محسوس کیا اور ان کے مسائل کا گہرا تجزیہ کیا اور ان کے دلوں میں جینے کی امنگ پیدا کی۔ انہیں بتایا کہ قوموں کی زندگی میں جذبے کی حرارت اور ارادے کی پختگی کیا معنی رکھتی ہے؟ انھوں نے مسلمانوں کو جو نصب العین دیا وہ مثالی بھی تھا اور حقیقت پسندانہ بھی۔" (۱۴)

اس نثر پارہ کا جائزہ لینے کے بعد یہ حقیقت بے نقاب ہوتی ہے کہ علامہ اقبال کا فکر و فن آج بھی حیات آفریں تصورات کا سرچشمہ ہے آپ اکیسویں صدی کے تقاضوں اور اس صدی میں مسلمانوں کی مشکلات ناکامیوں اور کامیابیوں کا بھی ادراک رکھتے تھے اور وہ مسلمانوں کے مستقبل سے پر آمید تھے تاہم اقبال کے فکر و فلسفہ پر عمل کی اشد ضرورت ہے موصوف مصنف مزید لکھتے ہیں:

"اکیسویں صدی سائنس، ٹیکنالوجی، سائبرنیٹ، تسخیر خلا اور جدید ترین ایجادات کی صدی ہوگی ایسے میں جدید تعلیم کا حصول ہی زندہ قوموں کو زندہ

رہنے میں مدد دے سکے گا علامہ اقبال کے نزدیک مسلم ملت کے اصل مرض کی دوا تعلیم اور علم و ہنر ہے جیسا کے وہ خود فرماتے ہیں:

اس دور میں تعلیم ہے امراضِ ملت کی دوا
ہے خون فاسد کے لئے تعلیم مثل نیشتر''(۱۵)

اقبال نے واقعی مسلم قوم کے مرض کی صحیح تشخیص کی ہے اکیسویں صدی میں مسلم قوم کو جو سب سے اہم مسئلہ درپیش ہے وہ یہی ہے کہ اسے جدید ٹیکنالوجی اور جدید تعلیم سے روشناس کرایا جائے۔ اقبال نے مغربی نظام تعلیم کا پردہ چاک کیا ہے اس ضمن میں کمال (۱۹۸۸ئ) میں رقمطراز ہیں:

''اقبال نے تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں اس بات کا رونا رویا ہے کہ ہمارا نظامِ تعلیم مغرب زدہ ہے جسے حاکموں نے اپنے مقصد کے لئے برصغیر میں رائج کیا ہے۔ اس نظام تعلیم نے نوجوانوں کے خیالات میں نظم و ضبط پیدا کرنے کی بجائے انتشار پیدا کیا ہے۔''(۱۶)

ایسے حالات میں ہمارے لئے یہ بہتر ہوگا کہ ہم عصری مسائل کا حل اقبال کی افکار/ فلسفہ میں تلاش کریں۔ اوران افکار کی روشنی میں اپنے لئے نئی راہیں تلاش کریں اور اپنے ملک میں مغربی نظامِ تعلیم رائج کرنے کے بجائے سلامی تعلیم رائج کریں۔

منہاس (اکتوبر ۲۰۰۴ئ) اکیسویں صدی اور امت اسلمہ کو درپیش چیلنجز کو عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ بات نہایت ہی قابل افسوس ہے کہ آج مسلمانوں میں فرقہ واریت کا فتنہ پھیل رہا ہے اخوت و محبت کا فقدان ہے اس مرض کا علاج علامہ اپنے ایک خط میں کچھ یوں لکھتے ہیں۔ بمطابق صابر (۲۰۰۴ئ) ''مغربی اور وسطی ایشیا کی مسلمان قومیں اگر متحد ہوگئیں تو بچ جائیں گی۔ مضامین اتحاد کی سخت ضرورت ہے فرقہ واریت ایک ایسا ناسور ہے جس نے مسلمانوں کی جڑیں کھوکھلی کردی ہیں میرا مذہبی عقیدہ یہی ہے اتحاد ہوگا تو پھر دنیا ایک دفعہ پھر جلالِ اسلامی کا نظارہ دیکھے گی۔

آملیں گے سینہ چاکان چمن سے سینہ چاکان
بزم گل کی ہم نفس باد صبا ہو جائے گی''(۱۷)

تعلیمی افکارِ اقبال پر مطالعہ کی ضرورت و اہمیت

اختر (۱۹۸۹ئ) فرماتے ہیں:

''افراد کی تیاری کی خدمت نظامِ تعلیم سرانجام دیتا ہے یہی سبب ہے کہ کسہ بھی

نظام حیات میں تعلیم کا ادارہ سب سے اہم قرار پاتا ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں عملاً قوم تیار ہوتی ہے لہذا وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے کہ مسلمان نظامِ تعلیم کے لئے کوئی ایسا خاکہ مرتب کریں جس میں فلسفہ تعلیم، مقاصد تعلیم، نصاب تعلیم، تدریسی معاونت، طریقِ تدریس۔۔۔۔۔ ہر چیز کو قرآن کے مطابق اس طرح متعین کریں کہ تعلیمی عمل فارغ التحصیل طلبا کی صورت میں مومن مطلوب فراہم کر سکے۔ مسلمان مفکرین میں یہ امتیاز علامہ محمد اقبال کو حاصل ہے کہ ان کی تعلیمات میں عقل و دل نہ صرف یکجا ہیں بلکہ متحد و معاون ہیں۔''(۱۸)

اسی مناسبت سے راجہ (۱۹۸۹ئ) نے نہایت جامعیت کے ساتھ فکرِ اقبال کی روشنی میں تبصرہ کیا ہے لکھتے ہیں:

''اصل حقیقت اللہ تعالی کی ذات ہے کائنات با مقصد بنائی گئی ہے انسان کا مقصدِ زندگی بندگیِ رب ہے علم کا حتمی اور قطعی ذریعہ وحی الہی ہے اللہ کی رضا کا حصول سب سے بڑی قدر ہے۔ مقصد تعلیم انسان کی تخلیقی قوتوں کو بروئے کار لانا ہے۔ ابتدائے تعلیم لازمی نہیں جبری ہے۔ تعلیمی عمل کی کامیابی کا انحصار معلم پر ہے معلم خود آگاہ، خود شناس فقر و استغنا کی صفات سے متصف ہو خواتین کی تعلیم بہت اہم ہے۔ خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے مثالی ماڈل حضرت فاطمہ الزہرہ کی ذات ہے مغربی نظامِ تعلیم الحاد و لادینیت کے گرد گھومتا ہے۔''(۱۹)

اقبال (س ن) لکھتی ہیں:

''اقبال نے فلسفہ تعلیم کو ایک فلسفی اور ماہر تعلیم کی نظر سے جانچا اور اسلامی نظریہ حیات کی روشنی میں اپنا ذاتی نظریہ پیش کیا ان کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کے اساسی، فکری تصورات کو نظام تعلیم میں داخل کیا اس لئے ان کے تعلیمی تصورات اپنے وقت اور مستقبل کے تقاضوں کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔''(۲۰)

کچھ آگے مذید بیان کرتی ہیں:

''اقبال ہر لحاظ سے صفِ اول کے ماہر تعلیم میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر ایک بین انسانی ضابطہ حیات بھی مرتب کیا اور خصوصیت کے ساتھ ملت اسلامیہ کے احیا کی مسلمانوں کے لئے ایک ایسے نظام تعلیم کا خاکہ پیش کیا جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوسکتا ہے

اس لئے پاکستان کے نظام تعلیم کو صحیح خطوط پر مرتب کرنے کے لئے اقبال کے تعلیمی افکار کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔'' (۲۱)

چشتی (۲۰۰۳ئ) بیان کرتے ہیں کہ:

''نئے نظامِ تعلیم میں مذہبی قدروں کا فقدان ہے جبکہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیمی اداروں میں مذہبی تعلیم کو بھی فروغ دیا جائے۔'' (۲۲)

اسی مرض کی تشخیص علامہ اقبال نے بھی کی ہے۔ جیسا کہ زیدی (اپریل، جون ۲۰۰۴ئ) نے اقبال کے الفاظ نقل کئے ہیں:

''میں اس امر کی بڑی شدت سے ضرورت محسوس کر رہا ہوں کہ ہماری درسگاہوں میں مذہبی تعلیم ہونی چاہیے۔ یورپ میں دنیاوی طریقہ بڑے تباہی آمیز نتائج پیدا کرنے کا موجب ہوا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرا ملک بھی ان تلخ تجربات سے دوچار ہو۔'' (۲۳)

عصر حاضر میں مسلم قوم اپنی نا اہلی اور کم کوشی کے سبب اہل مغرب کی غلامی میں مبتلا ہے اور تقلید، خود فراموشی کے مرض مسلمانوں کو اس قدر گرا دیا کہ وہ اپنا حلیہ تک بگاڑ لیں گے۔ رہن سہن، نشست و برخاست ہر جگہ فرنگیت کی نقالی قابل فخر رویہ بن گئی۔ اس ضمن میں تعلیماتِ اقبال کی روشنی میں ندوی (۱۹۸۸) کا تجزیہ مبنی بر حقیقت ہے:

''کفر کی تقلید خودی کی موت ہے مسلمان کی خودداری کو کس طرح گوارہ ہوا کہ غیروں کے ہاتھوں کا کھلونا بن جائے۔ (۲۴)

جبکہ اقبال کا نظریہ تعلیم ہمیں مسلم تہذیب کی تقلید کی دعوت دیتا ہے اقبال کے نزدیک تو غیر تہذیب کی طرف تحقیق وستائش کی نظر سے دیکھنا بھی کفر ہے:

گوارہ ہے اسے نظارہ غیر نگاہ کی نا مسلمانی سے فریاد

اقبال اصول تعلیم اور نفسیات کی تعلیم سے بخوبی آگاہ تھے اگر آپ تعلیمی اصولوں سے واقف نہ ہوتے تو اپنا فکری فلسفہ ہرگز نہ پیش کر سکتے۔ صدیقی (۱۹۸۹ئ) نے اقبال کا افکار کو نہایت فصاحت و بلاغت اور دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ اقبال کی تعلیم با اصول طور پر ہوئی تھی۔ ملکی درسگاہوں سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کی غرض سے آپ یورپ گئے۔ مشرق اور مگرب کے علوم کو پڑھنے کے علاوہ آپ نے وہاں کے نظام تعلیم اور فلسفہ حیات کا عمیق نظروں سے مطالعہ کیا ظاہر ہے کہ تعلیم یافتہ انسان اپنے مشاہدہ اور مطالعہ دونوں سے خوشہ چینی کرتا ہے اور اسے استعمال میں لاتا ہے۔

۲۔ سفرِ یورپ سے قبل آپ کے پیش کئے گئے افکار میں تعلیم و تربیت اور سلیقہ کا ذکر ملتا ہے (''بانگ درا'' کی نظمیں اس عمل کے ثبوت کے لئے کافی ہیں)

۳۔ مغرب سے واپسی پر آپ نے تعلیم پر ارتقائی اور تفصیلی انداز سے اپنے خیالات نظم کئے۔

۴۔ ضرب کلیم میں تعلیم و تربیت کا مکمل باب ہے جس سے مفکر کا ماہر تعلیم ہونا ثابت ہے۔

۵۔ فارسی کلام میں بھی تعلیم کے عنوان پر نظمیں موجود ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ عالم اسلام کے لئے ایک باضابطہ نظامِ تعلیم مرتب کرنا چاہتے تھے۔

۶۔ ''علم و تعلیم''، طلباء اساتذہ، درس گاہ، ماحول کے عنوانات پر لکھی گئی نظموں میں خیالات کے تضاد کے بجائے ان کا ارتقاملتا ہے۔ اور کوشش کی گئی ہے کہ تعلیم کے جملہ پہلوؤں کو زیر بحث لایا جائے۔

۷۔ اقبال نے اپنی جملہ تعلیمات (فلسفہ نوری، فلسفی عقل و عشق، تقدیر و تدبیر، موت و حیات، عمل و زندگی، غم و اجتماع، فنون و لطیفہ کو اسی تعلیم کے پیکر میں پیوست کیا ہے اور اپنے نظریہ تعلیم میں انہیں ممتاز مقام دیا ہے۔

۸۔ اقبال نظامِ تعلیم سے براہ راست بحث کرتے ہیں یہ افکار ان کے کلام میں ضمنی نہیں بلکہ ان کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔

۹۔ اقبال نے مختلف مفکرین کے تخیلات و نظریات پر بہت تنقیدات کی ہیں وہ بھی تعلیمی نوعیت کی ہیں۔

۱۰۔ اقبال ''میکڈوگل سکول'' سے تعلق رکھتے معلوم ہوتے ہیں۔ بچے کی پیدائشی جبلتوں کو اقبال نے وہی سمجھا ہے جو میکڈوگل نے اپنے تعلیمی فلسفہ میں بیان کیا ہے۔ (یعنی ہر جبلت کے ساتھ ایک جذبہ منسلک رکھنا۔ اقبال بھی عقل و عشق، احساس و ادراک اور قلب و نظر کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم خیال کرتے ہیں)۔

اس وجہ سے اقبال کے تعلیمی فلسفہ کا معترف ہونا پڑتا ہے۔ اور عصر حاضر میں اس کی ضرورت و اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

مندرجہ بالا دلائل کو پیش نظر رکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اقبال پہلے پاکستانی ماہر تعلیم تھے جنہوں نے مسئلہ تعلیم کو ایک فلسفی، ماہر نفسیات، سائنس حقیقت شناس استاد دانہ مزاج اور مردِ مومن کی نظر سے جانچا اور اپنا ذاتی فلسفہ نظریہ پیش کیا مفکر کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس نے دین اسلام کو تعلیمات کے نظام میں داخل کیا اور اسی طرح اس نظام سے ان تعلیمات کو پیدا بھی کرنا چاہا۔

علامہ اقبال کی تعلیم شناسی

ہاشمی (نومبر ۲۰۰۳) جاوید (۱۹۹۱) کے مطابق:

''تعلیم و تعلم سے علامہ اقبال کا تعلق نہ صرف عمر بھر قائم رہا بلکہ ہمہ جہتی بھی رہا وہ معلم بھی رہے اور ممتحن بھی آپ نے عملی زندگی کا آغاز تعلیم و تدریس سے کیا اور انفرادی طور پر بعض لوگوں کے اشتراک سے مختلف درجوں کے طالب علموں کے لئے اردو فارسی تاریخ وغیرہ کے نصابات مرتب کرنے کا شرف حاصل رہا۔ علی گرح یونیورسٹی میں تدریس اسلامیات کے لئے آپ نے ایک جامع نصاب تجویز کیا۔ لاہور گورنمنٹ لاکج کے پروفیسر لالہ رام پرشاد کے اشتراک سے ایک کتاب تاریخ ہند لکھی۔ حکیم احمد شجاع کے اشتراک سے چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعتوں کے لئے جدید اردو نصاب تیار کئے جو سلسلہ ادبیہ کے نام سے موسوم ہوئے۔'' (۲۵)

سعید (س ن) کا بیان ہے:

''علامہ اقبال کے افکار سے ایک تصور تعلیم پیدا ہوتا ہے۔ جس کو اگر مرتب کر لیا جائے تو ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔'' (۲۶)

اختر (نومبر ۲۰۰۲ئ) نے اقبال کے تعلیمی نظریات کی منظر کشی یوں کی ہے:

''اقبال نے مقاصد تعلیم، معلم، متعلم اور نصاب غرض تعلیم کے ہر پہلو پر ہماری رہنمائی فرمائی ہے مثلاً نظام تعلیم پر تنقید کچھ یوں کرتے ہیں۔ یہ اہل کلیسا کا نظامِ تعلیم اک سازش ہے نقد دین و مروت کے خلاف۔ پھر فرمایا:

شکایت ہے مجھے یارب خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

موجودہ نظام تعلیم کا مقصد صرف زندگی کے مادی پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرنے پر فرماتے ہیں:

خوش تو ہم بھی ہیں جوانوں کے ترقی سے
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم تو سمجھے تھے لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ'' (۲۷)

مفکر تعلیم علامہ اقبال نے اپنے تعلیمی نظریات کی عملی تعبیر کے لئے مثالی دارالعلوم اور ایک اسلامی یونیورسٹی کا تصور بھی پیش کیا اور ۱۹۱۰ئمیں اپنے خطبہ علی گڑھ میں نئے مثالی دارالعلوم کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا۔ معینی (۱۹۶۳ئ) کی رپورٹ کے مطابق:

''یہ امر قطعی طور پر ضروری ہے کہ ایک نیا مثالی دارالعلوم قائم کیا جائے جس کی مسند نشیں اسلامی تہذیب ہو اور جس میں قدیم و جدید کی آمیزش دلکش انداز میں ہوئی ہو۔ اس قسم کی تصویر مثالی کھینچنا آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لئے اعلیٰ تحقیق زمانہ کے رجحانات کا لطیف احساس اور مسلمانوں کی تاریخ اور مذہب کے مفہوم کی صحیح تعبیر ہوتی ہو۔'' (۲۸)

یہ نثر پارہ اس حقیقت کی ترجمانی کر رہا ہے کہ اقبال واقعی ایک ماہرِ تعلیم تھے کیونکہ ایک جامعہ کے قیام کا تصور پیش کرنا کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔

حوالہ جات

۱۔ رضوی، اظہر علی، اقبال کا نظریہ تعلیم، مشمولہ: جنگ، روزنامہ، لاہور، ۲۷ جون، ۱۹۸۸ئ، ص: ۳

۲۔ گوراہا، محمد احمد خاں، اقبال اور مسئلہ تعلیم، لاہور: المشرق پبلشر، ۱۹۸۹ئ، ص: ۴۳۱

۳۔ شاکر، عبدالجبار، علامہ اقبال ایک مختصر تعارف (ماہ و سال کے آئینے میں)، مشمولہ: تعلیمات، ماہنامہ، لاہور، جلد ۷، ۸، ۹، اقبال اور تعلیم نمبر، شمارہ جولائی تا ستمبر ۱۹۸۹ء، ص: ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۵

۴۔ مہر، شاہانہ، علامہ اقبال کے تعلیمی تصورات، مشمولہ: علم کی روشنی، شش ماہی، اقبال نمبر، جلد نمبر ۴، شمارہ نمبر ۲، شعبہ تعلیم و تحقیق، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۲ئ، ص: ۱۵۷

۵۔ محسن، ظفر اقبال، اقبال اور ڈاکٹر اسرار کے تعلیمی نظریات، مشمولہ: حکمت القرآن، ماہنامہ، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، مئی ۱۹۹۸، ص: ۶

۶۔ نگیں، افشانہ، اقبال کا نظریہ تعلیم، مشمولہ: علم کی روشنی، شش ماہی، اقبال نمبر ۲۰۰۲ئ، جلد ۴، شمارہ ۲، شعبہ تعلیم و تحقیق، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۲ء

۷۔ صدیقی، بختیار حسین، اقبال بطور مفکر تعلیم، لاہور: مکتبہ علم و ادب، ۲۰۰۲ئ، ص: ۱۳۹

۸۔ اکبر، محمد وسیم شیخ، اقبال کا نظریہ تعلیم، مشمولہ: افکارِ معلم، ماہنامہ، جلد ۱۵، شمارہ ۱۱، لاہور: ادارہ تعلیم و تحقیق، نومبر ۲۰۰۲ئ، ص: ۳۰، ۳۶

۹۔ معینی، عبدالواحد، مکالات اقبال، لاہور: ۱۹۶۳ئ، ص: ۸۰

۱۰۔ صدیقی، محمد احمد، اقبال کی حکمت تعلیم، مشمولہ: تعلیمات، ماہنامہ، لاہور، اقبال اور تعلیم نمبر، جلد ۷، ۸، ۹، شمارہ جولائی تا ستمبر ۱۹۸۹ئ، ص: ۶۷۔ ۷۳

۱۱۔ اکبر، محمد وسیم شیخ، اقبال کا نظریہ تعلیم، مشمولہ: افکارِ معلم، ماہنامہ، جلد ۱۵، شمارہ ۱۱، لاہور: ادارہ تعلیم و تحقیق، نومبر ۲۰۰۲ئ، ص: ۳۶

۱۲۔ احمد، جاوید، ملت اسلامیہ کے زوال کے اسباب، مشمولہ: منہاج القرآن، ماہنامہ، لاہور: ادارہ منہاج القرآن، دسمبر ۲۰۰۳ئ، ص: ۳۳

۱۳۔ علی ،رضوان ،اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے، مشمولہ: منہاج القرآن ،ماہنامہ، لاہور، جلد ۱۷، شمارہ ۶، اپریل ۲۰۰۳ ئ، ص: ۳۳

۱۴۔ صابر، عبدالرزاق، فکرِ اقبال اور مسلم امہ اکیسویں صدی میں، مشمولہ: ادبیات، سہ ماہی، اسلام آباد، جلد ۱۶، شمارہ ۶۸، ۲۰۰۴ئ، ص: ۹۳۔ ۹۲

۱۵۔ کمال، اسلم، تعلیماتِ اقبال، سیالکوٹ: علامہ اقبال فاؤنڈیشن، ۱۹۸۸ء ص: ۱۱۳

۱۶۔ منہاس، تفہیم احمد، اکیسویں صدی اور امت مسلمہ کو درپیش چیلنجز، مشمولہ: جذبہ، روزنامہ، لاہور، ۷۔ اکتوبر ۲۰۰۴ئ، ص: ۵۰

۱۷۔ صابر، عبدالرزاق، فکرِ اقبال اور مسلم امہ اکیسویں صدی میں، مشمولہ: ادبیات، سہ ماہی، اسلام آباد، جلد ۱۶، شمارہ ۶۸، ۲۰۰۴ئ، ص: ۹۳۔ ۹۲

۱۸۔ محمد سعید اختر ، اداریہ، مشمولہ: تعلیمات ، ماہنامہ، (بسلسلہ سلور جوبلی آئی ای آر) ، جلد ۷، ۸، ۹، لاہور: انجمن فاضلین، جولائی/ستمبر ۱۹۸۹ئ، ص: ۱۰۔ ۹

۱۹۔ بشریٰ عنایت راجہ، تعلیم کی فکری اساسیات، مشمولہ: تعلیمات ، ماہنامہ، اقبال اور تعلیم نمبر، جلد ۶ ۔ ۸، شمارہ جولائی تا اگست ۱۹۹۸ئ، لاہور: ادرہ تعلیم و تحقیق جامعہ پنجاب : انجمن فا ضلین، ۱۸۸۹ئ، ص: ۳۱۰۔ ۳۰۳

۲۰۔ کشور اقبال، فکر اقبال کے تعلیمی تقاضے، لاہور: گلوب پبلشر، س ن، ص: ۲

۲۱۔ محمد آصف چشتی، اسلامی نظام تعلیم کی تشکیل لاہور: مکتبہ نعمانیہ، ۲۰۰۳ئ، ص: ۱۵

۲۲۔ وسیم احمد ندوی، علامہ اقبال اور سید مودودی کے افکار و نظریات کا تقابلی مطالعہ، لاہور: حسنات اکیڈمی ، ۱۹۸۸ئ، ص: ۴۱۔ ۳۰

۲۳۔ محمد احمد صدیقی، اقبال کی حکمت تعلیم، مشمولہ: تعلیمات، ماہنامہ، لاہور، اقبال اور تعلیم نمبر، جلد ۷، ۸، ۹، شمارہ جولائی تا ستمبر ۱۹۸۹ئ، ص: ۷۶۔ ۷۳

۲۴۔ لیاقت حسین ہاشمی، ڈاکٹر علامہ اقبال معالجِ امتِ مسلمہ، مشمولہ: منہاج القرآن، ماہنامہ، لاہور، شمارہ ۱۱، جلد ۱۷، نومبر ۲۰۰۳ئ، ص: ۲۴

۲۵۔ محمد اکرم سعید، اقبال کے تعلیمی تصورات، اقبال کا خصوصی مطالعہ، لاہور: عبداللہ برادرز، س ن، ص: ۱۷۵

۲۶۔ محمد سعید اختر ، ، اداریہ، مشمولہ: تعلیمات ، ماہنامہ، (بسلسلہ سلور جوبلی آئی ای آر) ، جلد ۷، ۸، ۹، لاہور: انجمن فاضلین، جولائی، ستمبر ۱۹۸۹ئ، ص: ۳۷

۲۷۔ عبدالواحد معینی، مقالات اقبال، لاہور: ۱۹۶۳ئ، ص: ۱۳۵

☆......☆......☆